© rasailojaraid.com

The Muslim Delusion: Islam between Orthodoxy and Enlightenment [مسلم فریب خیالی: اسلام، قدامت پرستی اور روشن خیالی کے درمیان] ، ڈاکٹر اقبال سید حسین۔ ناشر: ہائر ایجوکیشن کمیشن، اسلام آباد۔ اشاعت: ۲۰۱۰ء۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۵۰۰ روپے۔

کسی ملک کے شہریوں خصوصاً نوجوانوں کی تعلیم و تربیت، حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے۔ پاکستانی حکومت اور اس کے ذیلی ادارے اس ذمہ داری کو کس خوبی اور تندہی سے ادا کر رہے ہیں، اس کی ایک مثال یہ تصنیف ہے۔ نصابِ تعلیم میں اسلام کے اساسی تصورات کی کتر بیونت، جہاد کا اخراج، 'روشن خیالی' اور 'آزاد روی' کا بگھار اور 'جدیدیت کی چاشنی' تو نئی درسی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ گریجویشن کی سطح پر 'مطالعۂ پاکستان' کے ذریعے بعض اداروں سے اسلامیات کے مضمون کا تقریباً اخراج اس کے مظاہر ہیں۔ پچھلے چند برسوں سے ابتدائی مدارس سے لے کر جامعات تک میں نئی نسل کی 'آب یاری' کس تندہی سے کی جارہی ہے، یہ سنجیدہ تحقیق کے لیے ایک دل چسپ اور چشم کشا موضوع ہوسکتا ہے۔

اسلام، قدامت پسندی، جہاد اور دہشت گردی وہ عنوان ہیں جن پر سماجیات کے علما سے عامی تک سبھی زور شور سے گفتگو کر رہے ہیں۔ پاکستان میں دوسرے سرکاری اداروں کی طرح اعلیٰ تعلیم کی نگہباں مقتدرہ (ہائر ایجوکیشن کمیشن: HEC) بھی 'دہشت گردی کو جنم دینے والی قدامت پسندی' کے خلاف اس 'مقدس جنگ' کی حامی ہے۔

مصنف کہتے ہیں: ''ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں، مگر تعجب ہے کہ مسلمان ابھی تک دیومالائی داستانوں (myths)، عقیدوں (dogmas) اور شدت پسندی (orthodoxy) اور قدامت پسندی (conservatism) کی بھول بھلیوں کے اسیر ہیں اور اپنی فہم و فراست کو ترقی دینے کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے'' (ص ۱۷)۔ مصنف کے نزدیک حالیہ دور میں روشن خیال اور ترقی پسند حلقوں کی طرف سے معاشرے کو راہ پر ڈالنے کی جو کوششیں کی جارہی ہیں، 'نظریاتی اسٹیبلشمنٹ' اور 'مذہبی قدامت پسندی' کی طرف سے اس کی سخت مزاحمت کی جارہی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصنف بجا طور پر یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے پرانے قبائلی نظام کی جگہ عدل و انصاف اور حقوقِ انسانی کی پاس داری کرنے والا ایک روشن خیال نظامِ حیات پیش کیا جس نے قدیم دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا، اور ایک مہذب، تعلیم یافتہ اور ثمرآور معاشرے کی راہ ہموار کی تھی، مگر آج مسلم دنیا میں عقیدہ پرستی، اور عدم برداشت کا دور دورہ ہے (ص ۲۲)۔ اُن کے خیال میں 'ترقی' ایک سیکولر یا غیر مذہبی تصور ہے، جو قرونِ وسطیٰ کی اُس فکر سے مطابقت نہیں رکھتا، جس میں ہم ڈوبے ہوئے ہیں (ص ۲۶)۔ وہ کہتے ہیں کہ ۱۴ صدیاں بیت گئیں لیکن آج بھی مسلمان جدید فکر سے اُسی طرح دُور ہیں، جیسے قرونِ اولیٰ کے غاروں میں بسنے والے (ص ۲۹)۔ دینی مدارس، محبت اور بصیرت سے عاری ہیں (ص ۳۶)۔ روشن خیالی جو مسلمانوں کا ورثہ تھی، مُلّاؤں کے تاریک حجروں میں تحقیر اور استہزا کا نشانہ بنی ہوئی ہے...... جب کہ جدیدیت میں حُسن و آہنگ کی تمام انسانی جہات کا فروغ ہے (ص ۳۹)۔ اُن کے نزدیک سائنس اور صنعتی انقلاب نے روشن خیالی کے لیے جو راہ ہموار کی ہے، اس نے انسانی تہذیب کو ایک نئے راستے پر ڈال دیا ہے مگر مسلمان ترقی کے اس تصور سے بے بہرہ ہیں۔ (ص ۴۰)

مصنف ایک طرف تو مغربی مصنفین کے حوالے سے یہ دکھاتے ہیں کہ عرب، شرقِ اوسط اور ہسپانیہ کے مسلم علما اور سائنس دانوں کی فکر و تحقیق سے یورپ میں علم کی شمع روشن ہوئی، جن میں جابر بن حیان سے لے کر ابن سینا کے نام آتے ہیں، اور اسلامی فکر کو نکھارنے میں غزالی اور شیخ احمد سرہندی سے لے کر مولانا مودودی (پندرھویں صدی ہجری) تک کا حصہ ہے (ص ۵۴-۵۵)۔ ''تاہم آج کے مسلمان فکری بلوغ سے محروم ہیں...... وہ غیر صحت مند اور غیر اخلاقی سرگرمیوں میں مصروف ہیں...... بددیانتی، کرپشن، دھوکے بازی، ان کے کردار کی صورت گری کرتے ہیں (ص ۱۲۰)۔ انھوں نے خیال کرلیا ہے کہ سائنس، مذہب کے خلاف ہے، اور اس طرح کی کہانیوں پر یقین کرلیا ہے جو بتاتی ہیں کہ دنیا ایک بَیل کے سینگوں پر کھڑی ہے'' (ص ۱۲۲)۔ ''مسلمان اگرچہ قرآن اور نبی [صلی اللہ علیہ وسلم] کی روایات پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن اپنی زندگی میں اُن اصولوں کو نافذ نہیں کرتے...... یوں مُلّا کی قدامت پرستی، انسانی فکر اور حیات کے اعلیٰ مقاصد کی راہ میں بڑی رکاوٹ بن گئی ہے'' (ص ۱۲۴)۔ مصنف بار بار اس بات پر افسوس کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن کی طرف رجوع کو ترک کر دیا ہے، اس لیے وہ آج کے معاشرے کو پیش آمدہ چیلنج کا جواب نہیں دے سکتے (ص ۱۲۶)۔ قرآنی احکام کو چھوڑ کر وہ خود پرست مُلّاؤں کے دکھائے ہوئے خوابوں اور داستانوں میں کھوئے ہوئے ہیں، جن کے خیالات سے ذراسی رُوگردانی اسلام سے انحراف اور کفر کے فتوے کی طرف لے جاتی ہے (ص ۱۲۶)۔ ان قدامت پسندوں کا خیال ہے کہ ساری دنیا ان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔ اسی ذہنیت سے وہ جہادی کلچر اور دہشت گردی وجود میں آتی ہے، جس کا ظہور امریکا کے ٹریڈ سینٹر کی تباہی اور خودکش حملوں میں ہوتا ہے۔ (ص ۱۳۲-۱۳۳)

اس میں شک نہیں کہ آج کے بیش تر ممالک میں بحیثیت مجموعی مسلم معاشرہ ہماری اصل اسلامی روایات اور اقدار سے بہت دُور جاچکا ہے، لیکن پاکستان جیسے ملکوں میں اس کی وجہ مذہب سے لگاؤ نہیں، بلکہ اس سے دُوری اور وہ نام نہاد 'روشن خیالی' ہے، جس نے انسان کو ایک 'جبلّی حیوان' بنادیا ہے۔ ہمارے روایتی مدارس اور علما اگرچہ عصری تقاضوں کو پورا کرنے میں ناکام رہے ہیں، تاہم انھوں نے اس اسلامی ورثے کو محفوظ رکھنے میں ایک کردار ضرور ادا کیا ہے، جو اگر ضائع ہوجاتا، تو مستقبل میں کوئی نشاتِ ثانیہ بھی ممکن نہ ہوتی۔ دینی اور غیر مذہبی دونوں طرح کے تعلیمی ادارے قومی تشخص کو بحال کرنے اور روحانی اور مادّی اقدار کو ہم آہنگ کرکے ایک صحت مند معاشرے کی تشکیل میں ناکام دکھائی دیتے ہیں۔ دردمند اصحاب کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ ہماری پستی اور زوال کے لیے یک طرفہ طور پر دینی مدارس اور 'مُلّاؤں' کو موردِ الزام قرار دینا، مصنف کی ناانصافی ہے، کیوں کہ زمامِ کار جس مقتدرہ کے ہاتھ میں ہے وہ مذہبی نہیں بلکہ سیکولر ہے۔ بیش تر مسلم ملکوں میں پالیسی ساز ادارے 'جدید تعلیم یافتہ' غیر مذہبی اربابِ کار کے قبضے میں ہیں۔ اس لیے صرف دینی طبقات کو اس افسوس ناک صورتِ حال کا ذمہ دار کہنا درست نہ ہوگا۔

اکیسویں صدی کے پہلے عشرے میں اس کتاب کو ہائر ایجوکیشن کمیشن نے باقاعدہ نصابی و درسی کتب تو قرار نہیں دیا ہے لیکن گریجویشن کے تمام طلبہ کے لیے اس کے مطالعہ کی سفارش کی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کمیشن اسلام کی مسخ شدہ تصویر پیش کرکے نئی نسل کی تعمیر کس رُخ پر کرنا چاہتا ہے۔ (پروفیسر عبدالقدیر سلیم)

© rasailojaraid.com